تحقیقی مجلہ تصدیق
جلد ۰۱ شمارہ ۰۶، ۲۰۲۴

Article

Metaphorical System in Mahir-Al-Qadri's Poetry

ماہر القادری کی شاعری میں استعاراتی نظام

[1]Dr. Saima Iqbal, [2]Muhammad Saad, [3]Sadaqat Ali
[1]Assistant Professor, Department Urdu, Government College University Faisalabad
[2]Lecturer, Department of Urdu, Lahore leads University ,Lahore
[3]M. Phil Scholar, Department Urdu, Government College University Faisalabad
Correspondence: saimaiqbal@gcuf.edu.pk

[1]ڈاکٹر صائمہ اقبال، [2]محمد سعد، [3]صداقت علی

[1]اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد، [2]لیکچرار شعبہ اردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور،

[3]اسکالر ایم۔فل شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/qzmvsg47
Received:18-05-2024
Accepted:04-06-2024
Online:07-10-2024

Copyright: © 2023 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Many personalities have been born in the literary world who have changed the course of history with their thoughts. One of them is the name Mahir-ul-Qadri. An accomplished and reliable personality like Mahir-ul-Qadri is rarely born in the world. It is impossible to find such a charming person in the present era who spreads the fragrance of the teachings of Tauheed and the love of the Messenger of Allah (PBUH) with his pen. Following the words of Mahir-ul-Qadri, his thoughts, feelings, and emotions are also of a high level. There they have created magic with words. His word is living and active. His speech is adorned with countless virtues. The quality of any poet's speech is that the speech is by the need of the situation and its argument is clear, and after these two qualities, beauty arises in the speech. Both these qualities are present in Mahir-ul-Qadri's speech. His poetry is full of the conditions of the Muslim Ummah and the rise and fall of Muslims. In this article, the metaphor system in Mahir-ul-Qadri's poetry has been analyzed.

KEYWORDS: Mahir al-Qadri, Poet, Urdu, Metaphor, System, Ummah, Poetry

ماہر القادری ۸ جمادی الثانی ۱۳۲۴ھ (بمطابق ۳۰ جولائی ۱۹۰۶ء) کو ضلع بلند شہر (یو۔پی۔بھارت) کے ایک قصبہ کیسر کلاں میں پیدا ہوئے۔ منظور حسین اصل نام ہے۔ ماہر اور ان کی ایک بہن رحمت النساء محمد معشوق علی کی پہلی بیوی ممتاز بیگم کی اولاد تھے، رحمت النساء بڑی بہن تھی اور ماہر چھوٹے۔ ماہر آٹھ برس کے تھے جب ان کی والدہ کا انتقال ہوا۔

ماہر کے والد نے دوسری شادی معشوق النساء سے کی۔ جنھوں نے ماہر کا سگی ماں کی طرح خیال رکھا۔ ماہر کے چھوٹے بھائی مسرور حسین انہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ماہر کے والد کا پیشہ زراعت تھا۔ خود کاشت کرتے تھے مگر پانی کی کمی کی وجہ سے پیداوار اچھی نہ ہوتی اسی لیے وہ زیادہ خوشحال نہ تھے۔ کاشت کاری کے ساتھ ساتھ محمد معشوق علی کیسر کلاں میں برانچ پوسٹ ماسٹر کی ذمہ داری بھی نبھاتے تھے۔ کیونکہ پورے قصبے میں صرف وہی تھوڑی بہت تعلیم حاصل کر سکے تھے۔ ماہر القادری نے قرآن پاک اور اردو کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب سے حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے والد سے فارسی کی کتابیں پڑھتے رہتے اور ۱۹۱۵ء میں کبیر مڈل سکول ڈبائی میں داخلہ لیا۔

> "ایک طالب علم کی حیثیت سے، ماہر کو تاریخ، اردو، فارسی میں تو امتیازی حیثیت حاصل رہی، مگر ریاضی میں وہ کمزور تھے۔ اس لیے ۱۹۲۴ء میں جب الہ آباد یونیورسٹی میٹرک کا امتحان دیا تو فیل ہو گئے۔"(۱)

امتحان میں ناکامی سے ماہر القادری کو بہت دکھ ہوا اور والد کی وفات اس پر مستزاد تھی۔ ان کی سوتیلی والدہ نے اس پریشانی سے نجات دلانے کے لیے ۱۹۲۵ء میں ماہر القادری کی شادی کروادی۔ اس وقت ان کی عمر ۱۹ سال تھی۔ ماہر کو کھیتی باڑی سے دلچسپی نہ تھی اور وہ ملازمت کرنا چاہتے تھے۔ مگر تعلیم مکمل نہ ہونے کی وجہ سے ملازمت کا حصول ممکن نہ تھا۔ چنانچہ انھوں نے دوبارہ امتحانات کی تیاری کی اور ۱۹۲۶ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا۔ بچپن ہی سے ماہر القادری کی اخبار اور رسائل پڑھنے کے بہت شوقین تھے۔ وہ خواجہ نظامی کا رسالہ "نظام المشائخ" اور ان کے مضامین ڈھونڈ ڈھونڈ کر پڑھتے تھے۔ ہندوستان میں جب "تحریک خلافت" کا آغاز ہوا تو ماہر القادری اس کے سب سے کم عمر کارکن تھے۔

> "عمومی مطالعہ کے حوالے سے "نظام المشائخ" کے علاوہ جو رسائل و جرائد ماہر کے زیرِ مطالعہ رہے، ان میں سے ماہنامہ " زمانہ" کانپور، ماہنامہ "عالمگیر" لاہور ماہنامہ "نقیب"، "نقاش" اور رسالہ "ادیب" الہ آباد بھی شامل تھے۔ تیرہ چودہ برس کی عمر میں وہ نیاز فتح پوری کے "نگار" سے متعارف ہوئے اور موصوف کے شاعرانہ رومانی اسلوبِ تحریر سے بہت متاثر ہوئے۔"(۲)

ماہر القادری کا تعلق متوسط گھرانے سے تھا۔ والد کی وفات کے بعد ان کے مالی حالات کچھ اچھے نہ رہے کیونکہ انھیں زراعت سے دلچسپی نہ تھی۔ انھوں نے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنے مرشد مولانا عبد القدیر بدایونی سے ملازمت کے لیے سفارش کی

درخواست کی۔ مولانا نے ماہر کو ابوالاعلیٰ مودودی سے ملوایا۔ انھوں نے ماہر کو "الجمیت" میں رپورٹر اور مضمون نگار کی حیثیت سے ملازم رکھ لیا۔ مگر نہ معلوم وجوہات کی بنا پر ماہر ملازمت چھوڑ کر دلی واپس آ گئے:

> "مولانا عبدالقدیر بدایونی کے تعلقات نظام دکن سے بہت خوشگوار تھے اور حکومت دکن کی طرف سے انہیں بھاری وظیفہ بھی ملتا تھا۔ چنانچہ مولانا موصوف کی سفارش سے ماہر کو ۱۹۲۹ء میں حیدر آباد کے محکمہ ڈاکخانہ جات میں کلرک کی ملازمت گئی۔"(۳)

عملی کام

۱۹۳۷ء میں ماہر کی ایک نظم "سلطان کائنات سے خطاب" روزنامہ "صبح دکن" میں شائع ہوئی۔ جس کے نتیجے میں عتاب شاہی ان پر نازل ہوا اور انہیں جلد از جلد دکن سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔ مگر خوش قسمتی سے مہاراجہ سر کشن پرشاد، نواب بہادر یار جنگ، ہوش بلگرامی اور نواب نثار یار جنگ کی سفارش اور کوشش سے آزمائش کا یہ مرحلہ تین چار دن کے اندر اندر ختم ہو گیا۔ تقسیم ہند کے بعد ماہر القادری جن حالات سے دوچار ہوئے، اس کی روداد انہوں نے خود قلم بند کی ہے۔ اس کے مطابق دلی میں خون ریز ہنگاموں کے آغاز سے بارہ دن پہلے ۲۶ اگست کو وہ ایک خانگی ضرورت سے کیسراں کلاں چلے گئے جہاں مسلمان آبادی میں سخت خوف وہراس تھا۔

گاؤں میں عورتوں، بچوں اور بڑے بوڑھوں سمیت مسلمانوں کی آبادی تقریباً بارہ سو نفوس پر مشتمل تھی۔ جن میں جوان اور ادھیڑ عمر افراد کی تعداد پانچ سو سے زیادہ نہ تھی۔ ماہر نے انہیں منظم کیا، مدافعت کے لئے دیسی ساخت کی بندوقیں اور چھوٹی توپیں بنائی گئیں اور پہرہ بندی کا انتظام کیا گیا۔ ۱۴ ستمبر کو تقریبا ۳۰ ہزار ہندوؤں اور سکھوں نے کیسر کلاں پر حملہ کیا۔ گاؤں کے مسلمانوں کی مدافعت کے لئے پانچ مقامات پر محاذ قائم کئے اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

کراچی آنے کے فوراً بعد ماہر القادری نے کچھ عرصہ تک جیکب لائن بیرکس میں قیام کیا۔ پھر بینک آف انڈیا کے قریب کیمبل اسٹریٹ میں ایک دو منزلہ فلیٹ انہیں الاٹ ہو گیا اور وہ فاران کے اجراء یعنی ۱۹۴۹ء کے آغاز تک وہیں مقیم رہے۔ جب اس فلیٹ کو انھوں نے "فاران" کے دفتر میں تبدیل کر لیا تو وہ پلازہ کوارٹرز میں سعید منزل سے ذرا آگے، رحمت مینشن کی چوتھی منزل کے ایک فلیٹ میں منتقل ہو گئے۔

کراچی میں آنے کے فوراً بعد، ماہر القادری اس دیرینہ آرزو کی تکمیل میں مصروف ہو گئے، جس کے لیے انہوں نے دلی کو مسکن بنایا تھا یعنی وہ ایک معیاری، علمی، ادبی اور دینی رسالے کا اجراء کرنا چاہتے تھے اور جیسا کہ پہلے اس رسالے کا نام تک متعین کر چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے "فاران" کے اجراء کی کوششیں شروع کر دیں اور اپریل ۱۹۴۹ء میں اس کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا۔ اجراء کے بعد بہت

تھوڑے عرصے میں "فاران" کامیابی سے شائع ہونے لگا، اسے معقول اشتہارات ملنے لگے اور ماہر کی نظم و نثر پر مشتمل سیاسی، مذہبی اور معاشرتی تحریریں قارئین کا حلقہ بڑھاتی چلی گئیں:

"اپنے دوٹوک، واضح اور جرات مندانہ مؤقف کی بنا پر انھوں نے ملک کے علمی اور نظریاتی جرائد میں اپنا ایک منفرد مقام بنالیا۔ چنانچہ اپنی اس مقبولیت کی بنا پر "فاران" عام علمی رسالوں کے برعکس خسارے کا کاربار نہ رہا اور اپنی اور اپنے مالک کی بخوبی کفالت کرنے لگا۔"(۴)

مذہبی رنگ

ماہر القادری مذہبی شخصیت کے حامل تھے۔ اُن کی زندگی کے تقریباً ہر پہلو میں مذہبی رنگ ضرور نظر آتا ہے۔ انھیں حضور ﷺ سے قلبی محبت تھی جس کے ثبوت ان کی نعتیہ شاعری میں جگہ جگہ ملتے ہیں۔ یعنی ماہر القادری ثواب کے حصول کے لیے نعت نہیں لکھتے تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں گرفتار ہو کر لکھتے تھے۔ اُن کی نعت سے چند اشعار درجہ ذیل ہیں، جن میں حضور ﷺ کی محبت واضح محسوس کی جاسکتی ہے:

زندگی کچھ بھی نہیں تیری محبت کے بغیر
اور بے روح محبت ہے اطاعت کے بغیر(۵)

کلیاتِ ماہر میں موجود نظم "یایھا الذین اٰمنو صلوعلیہ وسلمو تسلیما" میں سرکارِ دوجہاں ﷺ پر درود وسلام کا نذرانہ یوں پیش کرتے ہیں:

درود اس پر کہ جو ماہر کی امیدوں کا ملجا ہے
درود اس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے(۶)

ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماہر القادری نے حضور کی محبت میں ڈوب کر نعتیں لکھیں۔ اپنی نعتوں میں انہوں نے حضور ﷺ کی سیرت اور تعلیمات کو پیش کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ یعنی ماہر القادری نعت کے ذریعے حضور ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نعت گوئی میں ماہر القادری کا اپنا ایک مخصوص انداز ہے۔ اصل میں انہوں نے نعت کو دعوت و تبلیغ کا ذریعہ بنا کر اسوۂ حسنہ کی پیروی کا درس دیا ہے۔ ماہر القادری نے درجہ ذیل نعتیہ مجموعے تحریر کیے:

۱۔ ذکرِ جمیل
۲۔ ظہور قدسی

کلیاتِ ماہر کی نظم "ومارسلنک الارحمۃ اللعالمین" میں آپؐ کی آمد کے حوالے سے یوں ذکر کرتے ہیں:

مبارک حسن کو حسنِ ادا تشریف لے آئے
مبارک عشق کو جانِ وفا تشریف لے آئے
وہ آئے جن کے ہر نقشِ قدم کو رہنما کہیے
وہ آئے جن کے فرمانے کو فرمانِ خدا کہیے
وہ آئے جن کو رازِ کن فکاں کا پردہ در کہیے
وہ آئے جن کو حق کا آخری پیغامبرؐ کہیے(۷)

ان کے علاوہ "فاران" اور دیگر رسائل میں بھی نعتیہ کلام پیش کرتے رہتے تھے۔ دو نعتیں فارسی میں بھی لکھی۔ ماہر القادری نے نعت کے میدان میں بھی شعری اسلوب، زبان و بیان اور شعری محاسن کو مد نظر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نعتیہ کلام انہیں ہم عصر نعت گو شعراء سے ممتاز کرتا ہے۔ ماہر القادری نے غزل گوئی میں بھی اپنا مقام بنایا۔ ماہر کا دور ترقی پسند تحریک کا دور تھا، جس کی وہ کھل کر مخالفت کرتے تھے۔ ماہر القادری نے غزل کی بنیادی روایت کو قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ لیکن ترقی پسند تحریک کی مخالفت کی وجہ سے انہیں وہ مقام نہ مل سکا جس کے وہ حق دار تھے۔ ماہر القادری کو مسلسل نظر انداز کیا گیا، لیکن انہوں نے غزل میں لطافت بیان اور شیرینی کو بحال رکھنے کی عمدہ کوشش کی۔ ڈاکٹر تحسین فراقی ماہر القادری کی غزل کے موضوعات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اُن کی غزل کا مرکزی نقطہ حسن و عشق، تصورات عشق، شدائد عشق، کیفیات وداع و وصل اور نازونیاز عشق ہیں، چنانچہ ان کی غزلیات کا سترّ پچھتر فیصد حصہ اسی حسن و عشق اور انہی متنوع کیفیات حسن و عشق کے لیے مخصوص ہے۔"(۸)

یعنی ماہر القادری کی غزل در اصل حسن و عشق کی واردات ہے۔ اُن کی غزل میں وہ تمام شعری محاسن بدرجہ اتم موجود ہیں جو بلند پایہ شعراء کے ہاں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ان کی غزل میں عشقِ مجازی کے جذبات اکثر مقامات پر نظر آتے ہیں۔

اردو ادب کی اصطلاح میں علم بیان ایسے قاعدوں اور ضابطوں کے مجموعے کا نام ہے جس کی جانکاری کے بعد ہم ایک بات یا مضمون کو مختلف طریقوں سے ادا کر سکیں اور ان میں سے ہر طریقہ زیادہ واضح اور پُر اثر ہو۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کلام (بات، شعر یا بہترین مثال قرآن ہے) کو سمجھنے میں غلطی کا امکان کم ہو اور معنی میں دلکشی پیدا ہو۔ علم بیان در حقیقت الفاظ کے چناؤ کا تعین کرتا ہے۔ اس کا موضوع لفظ ہے جسے دو طرح سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

"فرہنگ اصطلاحات علوم ادبیہ" کے مطابق:

"ظاہر کرنا، کھول کر بات کرنا، علوم بلاغت میں سے ایک علم جس میں تشبیہ، استعارہ، مجاز اور کنایہ وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔"(۹)

نور اللغات کے مطابق:

"بیان، (فصاحت، زبان آوری، ظاہر) مذکر، قول، مقولہ، تقریر، گفتگو، اہل مقدمہ یا گواہوں کا اظہار، شہادت، تفصیل، تفسیر، باب، فصل، مقدمہ، معاملہ، ذکر، کیفیت، حالت جسے بیان کر کے رونا، جز، اطلاع، وہ علم جس میں تشبیہ، مجاز، استعارے، کنایہ وغیرہ کی مدد سے ایک معنی کو کئی طر ح سے ادا کر سکتے ہیں۔"(۱۰)

علم بیان وہ علم ہے جس سے ایک مضمون کو کئی اسالیب سے بیان کرنے کا سلیقہ آ جائے۔ ایک معنی دوسرے سے زیادہ خوب صو رت، دلکش اور وضاحت اس طرح ہو کہ بات کو مختلف پہلوؤں میں اس طرح بیان کرنا جس سے اس کی ترسیل کا مقصد بھی پورا ہو۔ علم بیان کو علم ادب اور علم کتابت بھی کہتے ہیں۔

سید عابد علی عابد رقمطراز ہیں:

"علم بیان وہ علم ہے جو مجاز تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور کنایہ سے اس طرح بحث کرتا ہے کہ اس پر حاوی ہونے کے بعد فنکار، انشاء پرداز یا خطیب اپنے مفہوم کے ابلاغ نام میں کامیاب ہو سکے۔"(۱۱)

علم بیان کی اقسام

۱۔ تشبیہ

۲۔ استعارہ

۳۔ مجاز مرسل

۴۔ کنایہ

علم بیان کے چار اہم ارکان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

استعارہ کی تعریف

"استعارہ وہ لفظ ہے جسے بول کر غیر حقیقی معنی مراد لیا جائے۔"(۱۰)

الف: علاقہ مشابہت کی وجہ سے

ب: قرینہ مانعہ کی موجو گی میں

مجاز لغوی اور استعارہ کی تعریف یکساں ہے، صرف شرط الف میں فرق ہے۔ استعارہ میں صرف علاقہ مشابہت ہوتا ہے۔ مگر مجاز لغوی میں علاقہ کی کوئی قید نہیں، نو میں سے کوئی ساعلاقہ ہو سکتا ہے۔

استعارہ کی اقسام

استعارہ کی بنیادی قسمیں دو ہیں۔ تصریحیہ اور مکنیّہ

"تصریحیہ: وہ استعارہ ہے جس میں مشبہ بہ مذکور ہو۔

مکنیّہ: وہ استعارہ ہے جس میں مشبہ بہ محذوف ہو، اور اُس کے لوازمات مذکور ہوں۔"(۱۲)

استعارہ کی ذیلی اور ضمنی قسمیں دو حصوں میں منقسم ہیں:

۱۔ اصلیہ اور تبعیہ

۲۔ مرشحہ، مجردہ، مطلقہ

"اصلیہ: وہ استعارہ ہے جس میں لفظِ مستعار اسم جامد ہو۔

تبعیہ: وہ استعارہ ہے جس میں لفظِ مستعار، فعل یا شبہ فعل ہو۔"(۱۳)

ماہر القادری کے کلام میں استعارہ کا استعمال احسن انداز میں کیا گیا ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "حمد" کا شعر ملاحظہ ہو:

دل و نظر کو ضرورت نہیں چراغوں کی
یقین کی شمع ہی سب کچھ ہے روشنی کے لیے(۱۴)

اس شعر میں "چراغ" بطور استعارہ ہے روشنی کے لیے جو اندھیرے کا وجود مٹا دیتی ہے۔

کلیاتِ ماہر کی ایک اور نظم "حمد" کا شعر ملاحظہ ہو:

نام اللہ کا لے غم سے نہ گھبرا اے دل
ان دھندلکوں سے نمودار سحر ہوتی ہے(۱۵)

اس شعر میں "دھندلکوں" کو ظلمت اور سحت کو نور کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔

کلیاتِ ماہر کی ایک اور نظم "نظم" کا شعر ملاحظہ ہو:

بہا لاتی ہے گزرے دور کو موج کرم تیری

قسم کھا کر میں کہتا ہوں زلیخا کی جوانی کی(۱۶)

اس شعر میں "موجِ کرم" استعارہ ہے جو زلیخا کے بڑھاپے کو جوانی کی طرف لوٹاتا ہے۔

اس نظم کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

دشتِ قرطاس و قلم کے یہ شغال و روباہ

جہل و نادانی کے یہ کرگسِ گفتار و حمار(۱۷)

اس شعر میں دشتِ قرطاس و قلم کو شغال اور روباہ سے استعارہ دیا ہے اور جہل و نادانی کو کرگس اور حمار کے رینگنے سے مستعمل ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "وَمَا اَرسلنک اِلا رحمۃ اللعالمین" کا شعر ملاحظہ ہو:

مبارک صبح کو شمس الضحیٰ تشریف لے آئے

مبارک رات کو بدرالدجیٰ تشریف لے آئے(۱۸)

اس شعر میں شمس الضحیٰ اور بدرالدجیٰ سے مراد رسول اللہ ؐ کی بدرالدجیٰ ذاتِ اقدس ہے۔ جو بطور استعارہ استعمال ہوئے ہیں۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ صَلُّو علیہ وسلمو تَسْلِیْمًا" کا شعر ملاحظہ ہو:

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں

سلام اس پر بُروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں(۱۹)

اس شعر میں لفظ "موتی" استعارہ ہے جو کہ رسول اللہ کے فضل کو بیان کرتا ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "اقبال" کا شعر ملاحظہ ہو:

دلوں کی وادیوں میں پھول برساتا ہوا آیا

حجازی "لے" میں نغمہ ہند کا گاتا ہوا آیا(۲۰)

اس شعر میں لفظ "پھول" کو استعارہ کے لیے لیا گیا ہے جس میں نزاکت اور دل کشی ہوتی ہے جس کو آپ ؐ کی تعلیمات سے جوڑا گیا ہے۔

اسی نظم کا اور شعر ملاحظہ ہو:

وہ شاعر مردِ خود آگاہ ، تہذیب فرنگی کو

حجازی تیغ کا آئینہ دکھلاتا ہوا آیا(۲۱)

اس شعر میں لفظ فرنگی کو بطور استعارہ لیا گیا ہے جو کہ رسول اللہ ؐ نے بے حیائی اور عریانی کو ختم کیا ہے۔

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

کلیاتِ ماہر کی نظم "حریتِ کاملہ کا مبلغِ اعظمؐ" کا شعر ملاحظہ ہو:

یہ دیکھ کر گرمئ معاصی خدا کی غیرت کو جوش آیا
امنڈ اٹھے رحمتوں کو ے چشمے ابل پڑے حریت کے دریا(۲۲)

اس شعر میں "چشمے" کو بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے جیسے چشمے سے پانی بہتا ہے، اس سے سبھی لوگ فیض یاب ہوتے ہیں۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے" کا شعر ملاحظہ ہو:

سنگریزے ہیں کہ جاگی ہوئی قسمت کے نجوم
خارِ منزل ہیں کہ انگشتِ خضر ، کیا کہنا(۲۳)

اس شعر میں لفظ "نجوم" کا استعارہ کیا گیا ہے جس طرح نجوم راستہ دکھاہے اس سے مراد آپؐ کی مراد ذاتِ اقدس ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر ہے:

راہِ طیبہ کے ہیولوں پر مچلتی ہے نگاہ
مرحبا! دیدۂ فردوس نگر کیا کہنا(۲۴)

اس شعر میں لفظ "فردوس" استعارہ ہے۔ جو مدینہ کی دل کشی اور خوب صورتی کی وجہ سے جنت سے ملایا گیا ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "قالِ رسول" کا شعر ملاحظہ ہو:

فضا میں رقص کناں ہے دھواں مشینوں کا
الٹی جاتی ہے سائنس پردہ ہائے حریم(۲۵)

اس شعر میں لفظ "حریم" استعارہ ہے جو موجودہ عہد میں عزت کو پامال کیا جارہا ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "شاہ حبش کے دربار میں حضرت جعفرؓ کی تقریر" کا شعر ملاحظہ ہو:

خدا کی آیتیں تاثیر بن کر
ہوئیں پیوست دل میں تیر بن کر(۲۶)

اس شعر میں لفظ "تیر" بطور استعارہ استعمال ہوا ہو جیسے وہ دل میں پیوست ہوتا ہے۔ ایسے ہی اللہ کی آیتیں دل میں اتر جاتی ہیں۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "دربارِ رسولؐ میں حاضری" کا شعر ملاحظہ ہو:

چھینٹا کوئی پڑ جائے ہاں! شبنمِ رحمت کا
مدت سے دہکتا ہے سینہ میں اک انگارہ(۲۷)

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

اس شعر میں لفظ "انگارہ" بطور استعارہ استعمال ہوا ہے جیسا کہ چھوٹا سا انگارہ آگ کو بھڑکاتا ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "تصویر دیکھ کر" کا شعر ملاحظہ ہو:

بحرِ ہستی میں ہیں دھوکے کی چٹانیں زیرِ آب
تیری امیدوں کی کشتی بھی کہیں ٹکرا نہ جائے(۲۸)

اس شعر میں لفظ "چٹانیں" استعارہ ہے جو راستے میں آنے والے مشکلات کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "ذبحِ عظیم" کا شعر ملاحظہ ہو:

غیرحق کے سامنے مسلم کا سر جھکتا نہیں
یہ وہ طوفان ہے پہاڑوں سے بھی جو رکتا نہیں(۲۹)

اس شعر میں لفظ طوفان استعارہ ہے۔ جو مسلمان کے ارادے کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

انورِ غازی کے زخموں کے یہاں فانوس ہیں
یاں کے رہنے والے دردِ عیش سے مانوس ہیں(۳۰)

اس شعر میں لفظ "فانوس" بطور استعارہ استعمال ہوا ہے یعنی اصحابِ رسول کے کردار کی عظمت کے واسطے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "جذب ویقین" کا شعر ملاحظہ ہو:

غازی کے لیے ننگ ہے آرام کی روزی
شاہیں کی غذا سیب نہ انگور نہ امرود(۳۱)

اس شعر میں لفظ شاہین بطور استعارہ استعمال ہے جیسے وہ مردار نہیں کھاتا ایسے بندہ مومن بھی حرام کے قریب نہیں پھٹکتا۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "قسم" کا شعر ملاحظہ ہو:

پھر ذرا چہرے پر زلفیں چھوڑ دو
تم کو ساون کے گھٹاؤں کی قسم(۳۲)

اس شعر میں لفظ گھٹا بطور استعارہ استعمال ہوا ہے جو محبوب کی زلفوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم "مشرقی خاتون" کا شعر ملاحظہ ہو:

تیرے پیشانی پر آتا ہے جو غیرت سے عرق

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

دیکھ! بن جاتا ہے اک تاریخ ہستی کا ورق(۳۳)

اس شعر میں لفظ ورق بطور استعارہ استعمال ہوا ہے جو غیرتِ مسلم کے لیے بولا گیا ہے۔

اسی نظم کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

اس قدر واضح حماقت! بھول وہ بھی ایسی بھول
آہ! دنیا نے سمجھ رکھا ہے انگاروں کو پھول(۳۴)

اس شعر میں لفظ"انگاروں"اور پھول کو بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ انگارہ مشکلات کے لیے اور پھول آسانی کے لیے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم"مسرت وشادمانی"کا شعر ملاحظہ ہو:

میرے رونے پر مسکرانے والے
آگ برسا رہے پانی سے(۳۵)

اس شعر میں آگ کو"طنز"اور پانی کو"آنسو"کے لیے بطور استعارہ لیا گیا ہے۔

کلیاتِ ماہر کی نظم مجاز وحقیقت کا شعر ملاحظہ ہو:

نہیں ہے دامنِ گل پر یہ اوس کے قطرے
سحر کا وقت موتی لٹائے جاتے ہیں(۳۶)

اس شعر میں لفظ"موتی"بطور استعارہ ہے جو بطور شبنم کے قطروں کے لیے مستعمل ہے۔

کلیات ماہر کی نظم"دارالسلام"کا شعر ملاحظہ ہو:

نماز وہ ہے جو سینہ میں بجلیاں بھر دے
نہ وہ کہ صرف رکوع و قیام بن کے رہی(۳۷)

اس شعر میں لفظ"بجلیاں"استعارہ ہے جو نورِ ایمان کے واسطے مستعمل ہے۔

کلیاتِ ماہلر کی نظم"فریبِ یقین"کا شعر ملاحظہ ہو:

ہے کائناتِ زمانہ وہ جہل کا شیشہ
یقیں کی جس میں اتاری گئی ہے سبز پری(۳۸)

اس شعر میں لفظ"شیشہ"استعارہ ہے۔ جو دنیاوی دھوکے لیے مستعمل ہے۔

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

ان کی شاعری کو پڑھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نہایت سچے، مخلص اور دین سے محبت رکھتے تھے۔ دین سے لگاؤ ان کی ذات کا خاصہ تھا۔ ان کی تحریروں میں چھلکنے والی مذہبی رنگ آج بھی اپنا اثر رکھتا ہے۔ اسی لیے ان کا کلام آج بھی زندہ جاوید ہے اور زبانِ زد عام ہے۔ ماہر القادری کے کلام کے اندر جہاں موضوعات اہم ہیں۔ وہاں ان کی زبان ایک وسیع مطالعہ چاہتی ہے۔ ان کے کلام میں عربی، ہندی اور فارسی کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

شاعری میں الفاظ کی جادوگری کو صنائع بدائع کہتے ہیں۔ ماہر القادری کے کلام کا مطالعہ کرتے ہوئے صنائع بدائع خاص طور پر استعارہ کا استعمال بہت خوبصورتی سے کیا ہے۔ جہاں ان کے خیالات، احساسات و جذبات بھی اعلیٰ درجے کے ہیں۔ وہاں انہوں نے لفظوں سے جادو جگایا ہے۔ ان کا کلام زندہ اور توانا رہنے والا کلام ہے۔ ان کا کلام بے شمار خوبیوں سے مزین ہے۔ کسی بھی شاعر کے کلام کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ کلام ضرورتِ حال کے مطابق ہو اور اس کی دلیل خوب واضح ہو اور ان دونوں خوبیوں کے بعد کلام میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ ماہر القادری کے کلام میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہیں۔ ان کی شاعری امتِ مسلمہ کے حالات اور مسلمانوں کے عروج و زوال کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ماہنامہ ''فاران''، کراچی: شمارہ ۱، جلد ۱۹، اپریل ۱۹۶۷ء، ص: ۳۱

۲۔ ماہنامہ ''فاران''، کراچی: شمارہ ۴، جلد ۱۸، جولائی ۱۹۶۶ء، ص: ۳۳

۳۔ ایضاً، ص: ۳۳

۴۔ ماہنامہ ''فاران''، کراچی: شمارہ ۱۲، جلد ۳۲، ستمبر ۱۹۸۱ء، ص: ۲۷

۵۔ ماہر القادری، ذکرِ جمیل، حیدر آباد دکن: ۱۹۴۴ء، ص: ۱۷۲

۶۔ ماہر القادری، کلیاتِ ماہر، لاہور: القمر انٹرپرائزرز، ۱۹۹۲ء، ص: ۷۷

۷۔ ایضاً، ص: ۷۴

۸۔ سہ ماہی ''سیارہ''، لاہور: شمارہ نمبر ۳۳، ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۶ء، ص: ۸۱

۹۔ ساجد اللہ، تفہیمی، ڈاکٹر، فرہنگ اصطلاحات علومِ ادبی، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۹۷ء، ص: ۹۰

۱۰۔ نیر، نور الحسن، مولوی (مولف)، نور الغات، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص: ۷۷

۱۱۔عابد علی عابد، سید، البیان، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۹ء، ص: ۱۷

۱۲۔ محمد معراج الاسلام، ایم۔اے، منہاج البلاغہ، ص ۱۵۵

۱۳۔ ایضاً، ص: ۱۵۶

۱۴۔ماہر القادری، کلیاتِ ماہر، لاہور: القمر انٹر پرائزرز، ۱۹۹۲ء، ص ۴۲

۱۵۔ ایضاً، ص: ۴۳

۱۶۔ ایضاً، ص: ۵۲

۱۷۔ ایضاً، ص: ۵۳

۱۸۔ ایضاً، ص: ۷۳

۱۹۔ ایضاً، ص: ۷۶

۲۰۔ ایضاً، ص: ۳۵۲

۲۱۔ ایضاً، ص: ۳۵۳

۲۲۔ ایضاً، ص: ۷۹

۲۳۔ ایضاً، ص: ۹۴

۲۴۔ ایضاً، ص: ۱۰۹

۲۵۔ ایضاً، ص: ۸۶

۲۶۔ ایضاً، ص: ۹۰

۲۷۔ ایضاً، ص: ۹۵

۲۸۔ ایضاً، ص: ۱۸۰

۲۹۔ ایضاً، ص: ۱۸۲

۳۰۔ ایضاً، ص: ۱۸۳

۳۱۔ ایضاً، ص: ۱۷۵

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

۳۲۔ ایضاً، ص:۱۸۶

۳۳۔ ایضاً، ص:۱۹۱

۳۴۔ ایضاً، ص:۱۹۲

۳۵۔ ایضاً، ص:۲۳۹

۳۶۔ ایضاً، ص:۲۶۳

۳۷۔ ایضاً، ص:۲۸۳

۳۸۔ ایضاً، ص:۲۱۰

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk